www.neweramagazine.com

حیام

از سیدہ انعم بخاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیام

از سیدہ انعم بخاری

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ وحقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیوایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشاءاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیوایرا میگزین

☆☆☆☆☆

صبح فجر کی نماز ادا کرتے ہی اُس نے خود کو آئینے میں ایک مرتبہ پھر غور سے دیکھا۔ سفید رنگ لباس، ڈوپٹہ حجاب کی صورت باندھا ہوا تھا۔ چہرہ اب بھی نمی سمیٹے ہوئے تھا۔ وہ دھلا ہوا سا چہرہ۔۔۔ وہ ہو بہو اپنی ماں سی تھی۔ اپنی ماں کو یاد کر مسکرانے لگی لیکن بہت جلد وہ مسکراہٹ ماند پڑ گئی۔ وہ ناراض تھیں اسی لیے تو بات تک نہ کرتیں تھیں۔ حسن صاحب کے بعد پچھلے کچھ دنوں میں جب جب اُنکا کال آیا، کسی نے حیام سے بات نہ کی تھی، نہ اُسکی اماں، نہ بابا اور نہ کسی اور نے اور۔۔۔۔۔ بازل۔۔۔۔

وہ آہ بھرتی جس کام کے لیے تیار ہوئی تھی، یاد آنے پر اسکے لیے کمرے سے نکل گئی۔ حیام کے قدم باجی بیگم کے کمرے کی جانب تھے۔ اُنکا کمرہ حویلی کے دوسرے حصے میں تھا۔ حیام نے وہاں زیادہ ملازماؤں کو بھی جاتے نہ دیکھا تھا۔

وہ اُنکے کمرے کے سامنے کھڑی تھی۔ نجانے کیوں اُسکے قدم وہاں سے بھاگ جانا چاہتے تھے لیکن اُسکا دل چاہتا تھا کہ جائے، جا کر دیکھے کہ کیا واقعی محبت کرنے والوں کا انتقام۔۔۔ اُنکی سزا اتنی سخت ہوتی ہے کہ ملنے والے بھی بچھڑ جاتے ہیں؟ کہ تنہائی مقدر ہو جاتی ہے؟

آنکھیں بند کر ایک گہری سانس بھری اور کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ کچھ ہی لمحوں کی دیر

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سے اُس نے دنیا کی خوبصورت ترین آواز سنی۔ شیریں لہجہ، ایسا لہجہ حیام نے پہلے تو نہ سنا تھا۔ اب اُسکے قدم بھی اندر جانے کو بے قرار تھے لیکن دل نے اپنا فیصلہ بدل لیا تھا۔ اب تو خدشہ لاحق ہو گیا تھا کہ ایسا نہ ہو جائے کہ اُنہیں دیکھ لے تو محبت سے حسد ہونے لگے۔۔۔

وہ پھر بھی ہمت کر کے انکے کمرے میں داخل ہوئی۔ کمرے کی ہر شے سفید رنگ رنگی تھی۔ کمرے کا فرنیچر، پردے، چادریں، حتیٰ کہ زمین پر بچھا قالین، سب سفید تھا۔ باجی بیگم کا چہرہ دوسری جانب تھا۔ اُنہوں نے اُسے نہیں دیکھا تھا لیکن وہ جہاں تھیں، تھم گئیں تھیں۔ اُنہوں نے کسی نئے وجود کی موجودگی محسوس کر لی تھی۔

"کون؟" حیام کی جانب پُشت کیے سوال کیا گیا۔

"میں۔۔۔ حیام۔۔۔"

"چلی جاؤ یہاں سے۔ تم کس کی اجازت سے یہاں آئی ہو؟" چہرہ اب بھی نہ موڑا۔

حیام کے دل میں خواہش بڑھتی جا رہی تھی کہ وہ اُنہیں دیکھے۔۔

"میں۔۔۔ میں اماں۔۔۔ اماں سے پوچھ کر آئی ہوں۔ میں حیام ہوں، شہر سے آئی

ہوں۔۔"

حیام سمجھی تھی کہ وہ اُسے نہیں جانتیں، اپنا تعارف کروانے لگی لیکن اُنہوں نے اُسکی بات کاٹ دی۔

"میں تم سے تو کیا، کسی سے نہیں ملنا چاہتی۔ جانتی ہوں میں تمہارے بارے میں سب۔۔"

"ایک مرتبہ مل لیں، پھر کبھی نہیں آؤں گی۔"

کچھ دیر خاموشی چھائی رہی۔ نجانے اُنکے دل میں کیا آیا تھا کہ مڑ کر حیام کو دیکھنے لگیں۔ حیام کی سانس اٹک گئی۔ وہ بہت حسین تھیں، بہت زیادہ۔ نجانے اُس نے یہ کیوں سوچا تھا کہ محبت کی سزا بدصورت ہو گی؟ محبت کی سزا تو بہت خوبصورت تھی۔ اُسے حاجرہ بخاری میں اپنا آپ نظر آرہا تھا، وہ وہی تھی۔ اُسکے نقش، وہ پوری کی پوری اُن جیسی تھی۔ آج اُسے لگا تھا کہ وہ اپنی ماں سے نہیں ملتی۔

"ضروری نہیں کہ ملنے والی سزا کو سزا کی صورت ہی کاٹا جائے۔ نصیب بدلنا چاہو تو بدل سکتے ہیں۔ تھوڑی ہمت اور کوشش کرنا پڑتی ہے۔"

وہ پھر سے بول رہیں تھیں۔ وہ کیسے اُس کے دل کی بات جان گئیں تھیں۔

"نہیں، ایسی بات۔۔۔ میں نے ایسا کچھ نہیں پوچھا۔"

"تم نے نہیں پوچھا۔۔ لیکن میں نے پڑھ لیا ہے۔"

وہ اب فرشی قالین پر بیٹھی تھیں، سامنے چھوٹی سی میز پر قرآن کھلا پڑا تھا ساتھ ایک ڈائری اور قلم بھی تھا۔

"کیا پڑھ لیا؟"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"تمہیں، تمہارا دل اور تمہاری آنکھیں۔۔۔"

وہ قرآن کو بند کرتیں، اُسے چوم کر اب غلاف میں لپیٹ رہیں تھیں۔ شاید حیام نے اُن کی عبادت میں خلل ڈالا تھا۔

"آؤ بیٹھ جاؤ۔۔"

اُنکے کہنے پر حیام نے خود کو دیکھا تو وہ واقع کھڑی تھی۔ وہ تو سمجھی تھی۔۔۔ یہ اُسکے ساتھ کیا ہو رہا تھا؟ وہ سست قدم اُٹھاتی، ایک طرف کو جوتا اُتارتی قالین پر بیٹھ گئی۔ اُس کی نظریں کھلی ڈائری پر تھیں جہاں ابتداء میں بڑی لکھائی میں لکھا گیا تھا۔۔ اے اللہ!

"شاید آپ قرآن پڑھ رہی تھیں اور میں نے آپ کو ڈسٹرب کر دیا۔"

"میں قرآن پڑھ چکی ہوں، فلحال سیکھ رہی ہوں۔"

حیام ایک مرتبہ پھر بے چینی میں مبتلا ہوئی۔

"قرآن تو زندگی میں بہت مرتبہ پڑھ چکی ہوں اور ایسی عادت لگی ہے خدا کو سُننے کی، اُسے پڑھنے کی کہ اب چھوڑنا چاہوں گی بھی تو نہیں چھوڑ پاؤں گی۔ پڑھنے میں اور سیکھنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ سیکھنا جانتی ہو کیا ہوتا ہے؟"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیام نے نہ میں سر ہلایا۔

"یہ قرآن محض ایک کتاب نہیں ہے جسے پڑھ لینا کافی ہو گا۔۔۔۔اس کا اثر، اسکا مقصد تو تب پورا ہو گا جب اس میں لکھی گئی ہدایت میرے دل میں اُتر جائے گی۔ میں اب اسے دل سے سُنتی ہوں، پڑھتی ہوں کہ آج کے روز خدا نے مجھے کیا بتانا ہے، کیا سیکھانا ہے؟ اور جب معلوم ہو جاتا ہے تو، یہ ڈائری دیکھ رہی ہو۔۔۔۔؟"

حیام نے ایک مرتبہ پھر اثبات میں سر ہلایا۔

"اس میں لکھ دیتی ہوں کہ اللہ پاک! مجھے معاف کر دینا۔۔۔ یہ باتیں، یہ احکام تو مجھے

آج معلوم ہوئے ہیں۔ مجھے معاف کر دیں اور مجھے توفیق دیں کہ ان احکامات کی پیروی کر سکوں۔"

"لیکن قرآن تو صرف پڑھا جاتا ہے، مجھے تو کبھی سمجھ نہ آیا کہ کیا لکھا ہے؟"

حیام نے اُنہیں تکتے ہوئے سوال کیا۔ وہ حیام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتیں اُس کو اس دنیا سے دھکیل کر اپنی دنیا میں لے جا رہیں تھیں، وہ دنیا جو پُر روشن تھی۔

"جب ارادہ دل سے کرو گی تو سب سمجھ آ جائے گا۔"

"اور اگر پھر بھی نہ سمجھ آیا تو آپ سمجھا دیں گی؟"

اب کے سوال حیام نے کیا تھا جس کا جواب نہ دیا گیا۔

"جاتے ہوئے دروازہ بند کر دینا۔"

وہ اُٹھ کر بیڈ کی جانب چل دیں۔ شاید اب اُن کے آرام کا وقت تھا۔ وہ خاموشی سے اُٹھ گئی۔ جوتے پہن کر دروازہ کھولا تھا تو وہ ایک مرتبہ پھر بول پڑیں۔

"اگلی مرتبہ آؤ گی تو جوتا باہر اُتار کر آنا۔"

اُن کی بات پر حیام مسکرا دی۔ اُسے اُس کا جواب مل گیا تھا۔ باہر نکلتے ہی وہ خود کو سکون

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کے سمندر میں غوطے کھاتی محسوس کر رہی تھی۔ وہ خدا کا پہلو جس مضبوطی سے تھامے ہوئے تھیں شاید یہی وجہ تھی کہ اُن کی زندگی کتنی پُر سکون تھی۔ حیام کو بھی وہی سکون چاہیے تھا۔ اُسے اب اس بے چینی کی زندگی نہیں گزارنی تھی۔

وہ منال کے ساتھ برآمدے میں بیٹھی تھی۔ سامنے شاہ ویر، مناہل اور کرن کے ساتھ کھلکھلاتا کھیل رہا تھا۔ کبھی کسی طرف کو بھاگتا تو کبھی کسی۔۔۔۔ وہ اپنی عمر کے بچوں سا ہو گیا تھا، پیار، محبت کی جو کمی تھی وہ اب پوری ہو گئی تھی۔

"ایک بات کہوں؟" منال نے حیام کو تکتے سوال کیا۔

"کہو۔۔۔" لیکن وہ مسلسل شاہ ویر کو تک رہی تھی۔

"تم اُنہیں کال کیوں نہیں کرتی؟ بات کرو اُن سے حیام۔۔۔۔"

"کن سے؟" وہ انجان بنی جوں کی توں بیٹھی رہی۔

"آرز بھائی سے اور کس سے۔۔۔"

آرز کے نام پر ایک تاریک سایہ اُسکے چہرے پر لہرایا تھا جو منال کی آنکھوں سے اوجھل نہ رہ سکا۔

"مت نام لیا کرو اُن کا۔۔۔"

'کیوں؟"

اب کے حیام نے چہرہ موڑ کر منال کو دیکھا۔حیام کی آنکھوں میں نمی تھی۔

"وہ یاد آتے ہیں۔۔"ساتھ ہی ہنس دی۔۔

"کوئی اُنکی بات کرتا ہے تو زیادہ یاد آتے ہیں۔"

اُسکی ہنسی اداس مسکراہٹ میں ڈھل گئی۔آنکھوں میں موجود آنسو بہنے کو تڑپ رہے تھے،وہ پلکیں مضبوطی سے جھپکتی آنسو اپنے اندر اُتارنے لگی۔

"خیر چھوڑو، یہ بتاؤ شاہ میر بھائی کو کیا تحفہ دو گی؟ کل سالگرہ بھی تو منانا ہے اُن کی۔"

منال اُس کا دھیان بٹانے لگی۔

"میرا تو تحفہ تیار ہے، تم اپنی فکر کرو۔۔میں تمہیں نہیں بتاؤں گی۔"

وہ مسکراتی ہوئی مناہل لوگوں کی جانب بھاگی تھی،اُسے آتا دیکھ شاہ ویر مسکراتا ہوا اُس تک بھاگا۔

"آنی۔۔۔"

وہ گھٹنوں کے بل اُس کے سامنے بیٹھتی اُسے اپنے گلے سے لگا گئی۔

"آنی کا پیارا بیٹا، آنی کی جان۔۔۔"

وہ اُسے دیوانہ وار چوم رہی تھی جس پر وہ کھل کر ہنس دیا، اُسے گدگدی ہو رہی تھی۔ اُن دونوں کو یوں ہنستا مسکراتا دیکھ منال بھی اداس مسکراہٹ مسکرا دی۔

آرزا اپنے کمرے میں بیٹھا مسلسل ہاتھ میں موجود موبائل فون کو تکے جا رہا تھا۔ بارہ بجنے والے تھے، گھڑی کی سوئیاں گردش کرتیں تاریخ، وقت سب بدلنے والیں تھیں۔ کچھ منٹ باقی تھے۔ وہ شاہ میر کو کال کرنا چاہتا تھا، اُسے سالگرہ کی مبارک باد دینا چاہتا تھا لیکن بار بار رُک جاتا۔ کیا ایک تلخ کلامی اُنکے درمیان موجود رشتے کو کھا سکتی تھی؟ وہ ہمیشہ سب سے پہلے اُسے وِش کرتا تھا۔ ارادہ بدل کر اُس نے میسج ٹائپ کرنا چاہا، وہ بار بار لکھتا، بار بار مٹا دیتا۔ ہمت کر کے اُس نے کال کا بٹن دبایا۔ دوسری طرف رنگ ٹون بج رہی تھی، کال ریسیو کر لی گئی۔ آرز نے نظر گھما کر گھڑی پر وقت دیکھنا چاہا۔ بارہ بج چکے تھے۔

"سالگرہ مبارک۔۔۔"

شاہ میر خاموش رہا لیکن جب بولنے لگا تو دروازے پر دستک نے اُسے روک دیا۔ دستک دے کر حیام مناہل کے ساتھ اندر آئی۔

“Happy Birthday Shahmeer Bhai!”

"سالگرہ مبارک بھائی۔"

حیام کے ساتھ ساتھ مناہل بھی اُسے وش کرتے آکر اُسکے بازو سے چپک گئی۔ فون کے دوسری طرف آرز حسن تو صرف حیام کی آواز سن کر ہی تھم گیا تھا۔ یہ کوئی پہلی مرتبہ تو نہ تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"بہت شکریہ تم دونوں کا۔۔۔" وہ اُن دونوں کو جواب دیتا خاموش ہو گیا۔

"شکریہ سے کام نہیں چلے گا۔ چلیں ہمارے ساتھ، ابھی ہم نے کیک بھی کٹ کرنا ہے۔ انکار مت کیجئے گا، ہم اجازت لے چکے ہیں۔"

جواباً وہ مسکرایا۔

"اچھا بھئی! انکار کب کر رہا ہوں میں؟ تم لوگ چلو میں آتا ہوں۔"

"بالکل نہیں، ہم ساتھ لے جائیں گے آپ کو۔۔۔"

وہ بضد تھی۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں حیام آپی۔۔"

مناہل نے بھی حیام کی طرف داری کی۔

"اچھا رکو۔۔۔۔"

ہاتھ میں موجود موبائل دوبارہ اپنے کان پر لگا کر دوسری طرف سنتے آرز حسن کو جواب دیا گیا۔

"بہت شکریہ!! پھر بات ہو گی۔۔۔"

"ہمم۔۔"

لائن کٹ چکی تھی۔دونوں الجھ گئے تھے۔وہ کیا کرنا چاہتے تھے اور کیا ہو رہا تھا، وہ سمجھنے سے قاصر تھے۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

شاہ میر حویلی کا لاڈلا تھا تو کیسے نا اُسکی پیدائش کا دن منایا جاتا۔سب لڑکیوں نے خوب ہلا گلا کیا۔اماں بیگم تو بس خالدہ بیگم اور نفیسہ بیگم کے ہمراہ مسکرا کر اُنہیں دیکھ رہی

تھیں۔

کیک کچھ خاص ذائقہ دار نہ تھا لیکن یہی بہت تھا کہ وہ محبت سے اُن لڑکیوں نے مل کر بنایا تھا۔ خیر اب تو شاہ میر کو عادت ہو گئی تھی۔ پچھلے ہفتے میں اُس نے اُن لڑکیوں کے ہاتھ سے بنی ایسی ایسی چیزیں کھائی تھیں کہ خدا کی پناہ۔۔۔۔

لیکن وہ سب کھانا اُسکی مجبوری تھی کیونکہ اُسے اجازت کہاں تھی اُنکے بنائے میں خامی نکالنے کی۔ ظاہر ہے اپنا بنایا کہاں کسی کو بُرا لگتا ہے؟ اُن سب کا بھی حال یہی تھا۔

"بہت شکریہ!! اس سڑے ہوئے کیک کے لیے۔۔۔"

وہ ہاتھ میں موجود کیک کی پلیٹ واپس میز پر رکھتا اُٹھ کھڑا ہوا۔ آج تو ہمت کر کے اُس نے کہہ ہی ڈالا۔

"ابھی کدھر کو چلے، بیٹھیں واپس۔۔۔"

کرن نے اُسے آنکھیں دکھاتے واپس بیٹھنے کا حکم دیا جس کی تکمیل کرتے وہ بیٹھ گیا۔

"اور کوئی سڑا ہوا کیک نہیں کھلایا ہم نے آپکو، اتنا لذیذ کیک تو میں نے کبھی لاہور میں بھی نہیں کھایا۔۔۔"

ظاہر ہے حیام اپنی غلطی کیسے نہ جسٹیفائی کرتی۔۔؟

"توبہ کرو، کیوں شہر کی بے عزتی کر رہی ہو؟"

جواباً حیام نے اُسے گھورا تو وہ مسکراہٹ دبا گیا۔

"میری بات سُنیں، یہ کیک بنتا ہی ایسے ہے۔ تھوڑا سا جلانا تو لازمی تھا، اُسی کا تو ذائقہ ہے سارا۔"

منال کی ڈسکرپشن پر تو وہ عش عش کر اُٹھا۔

"اوہ۔۔۔۔تو یہ بات پہلے بتانی تھی نا۔ خیر اب کیوں روکا ہے مجھے؟"

"تحفے نہیں چاہیے؟"

نفیسہ بیگم کے پوچھنے پر وہ کھل کر ہنسا۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ؟ جلدی کریں، دے بھی دیں۔"

سب نے اُسے کچھ نا کچھ دیا سوائے حیام کے۔ وہ اُٹھ کر اماں بیگم سے چپک کر بیٹھ گئی تھی۔

"تو نہیں دے گی؟"

اماں نے سرگوشی میں اُس سے سوال کیا جس پر وہ نہ میں سر ہلا گئی۔

"جب کہا تھا کہ شہر سے منگوا دیوے ہوں تو کیوں منع کیا تھا؟ یہاں سب کی طرف سے تحفے آنے ہی تھے تو۔۔۔" حیام نے اُن کی بات کاٹ دی۔

"تحفہ ہے میرے پاس لیکن بعد میں دوں گی۔"

اماں بیگم سمجھ گئیں تھیں کہ وہ اُسے اکیلے میں تحفہ دینا چاہتی تھی۔اُس کا ہاتھ تھپتھپا کر ہاں میں سر ہلایا۔

"چلو کڑیوں سب سمیٹو اور سونے کو چلو۔ایک تو اتنا شور مچاوے ہو سب، سر پھٹ گیا میرا۔۔"

سب مسکراتے ہوئے اُٹھ گئے۔وہ ٹھیک کہہ رہی تھیں،آج تو بہت دیر ہو گئی تھی۔ اس وقت تو حویلی رات کے اندھیرے میں نہائی ہوئی ہوتی تھی جبکہ آج دن کا اجالا رات پر حاوی ہوئے تھا۔

وہ ابھی اپنے کمرے میں آیا ہی تھا کہ حیام ایک مرتبہ پھر دروازے پر دستک دے اندر کو جھانکنے لگی۔ فرق بس اتنا تھا کہ اب کے وہ اندر نہ آئی تھی۔

"وہاں کیوں کھڑی ہو؟ آجاؤ۔۔"

اُس کے بلانے پر وہ جھجکتے ہوئے اندر آئی۔ وہ ارد گرد نظریں گھماتے ہوئے کمرے کا جائزہ لینے لگی جو کہ اب تک جتنی مرتبہ بھی آئی تھی نہ لے سکی تھی۔

"بیٹھو۔۔۔"

شاہ میر نے قریب رکھے ہوئے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ بیٹھ گئی۔ صوفے پر ایک طرف تھوڑا فاصلے پر وہ خود بھی آکر بیٹھ گیا۔

"یہ لیں، آپ کا تحفہ دینے آئی تھی۔"

حیام نے ایک ہاتھ میں موجود چھوٹا سا پیک شدہ باکس اُس کے سامنے کیا تو شاہ میر نے مسکرا کر وہ تھام لیا۔ شاہ میر نے اُسے کھولا تو باکس میں بہت خوبصورت سیاہ رنگ رسٹ واچ تھی۔

"یہ بہت خوبصورت ہے۔"

"میں نے آج تک کبھی آپ کو واچ پہنے بغیر دیکھا ہی نہیں۔۔"

حیام کے کہنے پر وہ کھل کر ہنسا۔وہ آج کل کچھ زیادہ ہی مسکراتا تھا، نجانے کیوں؟

"اتنا نوٹس کرتی ہو تم مجھے؟"

جواباً وہ بھی مسکرا دی۔

"اسے دیکھ کر لگتا نہیں کہ اس حویلی کا کوئی ملازم تمہارے کہنے پر خرید لایا ہے۔یہ ویسی ہے جیسے کہ تم نے خود اسے پسند کیا ہو۔۔۔"

"یہ میں نے خریدی تھی، جب شہر میں تھی۔"

وہ ہنسی۔

"ویسے خریدی تو بازل بھائی کے لیے تھی لیکن دی ہی نہیں۔یہاں آتے ہوئے بھی نجانے کیوں رکھ لی۔۔میں سوچتی تھی کہ جب لی اُنکے نام سے تھی تو اُنہیں دے کیوں نہیں سکی۔۔"

"پھر، جواب ملا؟"

"ہمم!! آج مل گیا۔۔۔چیزیں نام لے لینے سے نہیں کسی کی ہو جایا کرتیں، یہ بھی ہم انسانوں کی طرح قسمت لکھوا کر آتی ہیں۔جس کا نام ان پر ان دیکھی سیاہی سے لکھا ہوتا ہے، یہ بس اُسی کی ہوتی ہیں۔اس پر لکھا نام آج مجھ پر واضح ہو گیا۔"

وہ مسکرایا۔

"بہت شکریہ۔۔"

"چلتی ہوں۔۔"

وہ جانے کے لیے اُٹھ کر دروازے تک گئی تو وہ بول پڑا۔

"وہ نہیں کہو گی، جو کہنا چاہتی ہو؟ اور جو میں سُننا چاہتا ہوں؟"

شاہ میر کی بات پر حیام چہرہ جھکائے اداس مسکراہٹ مسکرا دی۔

"اگر کہہ دوں گی تو بے وفا تو نہیں کہلاؤں گی؟ بے وفائی سے بڑا ڈرتی ہوں میں۔۔۔"

"میرے ہوتے ہوئے تمہیں کوئی بے وفا تو دور کی بات، کچھ بھی کہہ نہیں سکتا، اب تک جان تو گئی ہو گی نا؟"

اثبات میں سر ہلاتے اُس نے شاہ میر کو دیکھا۔

"مجھے اپنے دل سے ڈر لگتا ہے، معلوم تو ہو گا نا؟ پھر بھی کہہ دیتی ہوں۔۔"

"رکو، مت کہنا۔ میں جانتا ہوں، صرف یہی کافی ہے۔ میں کسی کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ تمہیں تکلیف دے تو خود کیسے دے سکتا ہوں؟"

"آپ مجھے بازل بھائی کی طرح ہی عزیز ہیں، نہ اُن سے زیادہ نہ اُن سے کم۔۔"

وہ کہہ کر چلی گئی تھی۔ شاہ میر نے اُس سے جو وعدہ کیا تھا، اُسے پورا کرنے کے لیے بہت اہم رشتوں کو چھوڑ دیا تھا تو یہ کیسے ممکن نہ تھا کہ وہ خاموش وعدہ جو کر چکی تھی، وہ پورا نہ کرتی۔ وہ اپنے الفاظوں، وعدوں کی بہت پکی تھی اور وہ اُنہیں پورا کرنا جانتی تھی۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

کمرے میں آتے ہی حیام نے ڈریسنگ کا نچلا حصہ کھول کر اُس میں سے قلم اور کاغذ نکالا اور کمرے کا گلاس ڈور کھول کر باہر منظر پر موجود چاند کو دیکھ گہری سانس بھری۔ بالکونی میں نکل کر وہیں کرسی دھکیل کر بیٹھی اور چھوٹی سی میز جو کرسی کے برابر پڑی تھی، اُس پر بازو ٹکا کر کاغذ اور قلم رکھ پھر سے چاند کو محویت سے تکنے لگی۔ کچھ لمحے چاند کو یک ٹک دیکھنے کے بعد سامنے ریلنگ سے نظر آتے کھیتوں کو تکنے لگی۔ بالآخر تمام سوچیں جھٹک کر قلم تھام لکھنے لگی۔

سیدزادے!

ہم عجیب آنکھ مچولی کھیلنے میں لگ گئے ہیں۔ کبھی تم مجھ سے چھپتے پھرتے ہو،

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تو کبھی میں۔۔ کبھی تم مجھے ڈرا دیتے ہو اور کبھی میں تمہاری جان نکال لیتی ہوں۔آج خوب سوچا ہے میں نے، پورا دن سوچوں میں گزارا تو اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ اس کھیل میں بھی میں زندگی کے کھیل کی مانند ہار گئی ہوں۔

اس سے پہلے کہ تم پوچھو، کیسے؟ میں خود بتا دیتی ہوں۔میں زندگی بھر کے لیے ڈر اور خوف کی گرفت میں آگئی ہوں۔پہلے صرف میں تم سے باغی تھی، تم سے منہ موڑا تھا میں نے، آج لگ رہا ہے کہ تمہارے ساتھ ساتھ اپنوں کو بھی چھوڑ دیا ہے میں نے۔ میرے اپنے رشتوں کی جگہ کچھ دوسرے نئے رشتے میرے لیے اہم ہونے لگے ہیں جن کو یاد کرتے کرتے میں پرانے رشتوں کو بھولنے لگی ہوں۔

اگر اب کبھی میرے اپنوں نے مجھ سے اس لاتعلقی کا حساب مانگا تو جوابدہ تم ہو گے، صرف تم۔۔اور تم بتاؤ کہ اس خط کو غور سے پڑھ رہے ہو نا تم؟ اگر پڑھ رہے ہو تو جان گئے ہو گے کہ تمہیں اپنوں میں شامل نہیں کیا میں نے، دل تو دکھا ہو گا نا؟ چلو یہ بھی اچھا ہے لیکن ایک بات بتاؤں؟ بڑا دل بھاری کر کے تمہیں غیر لکھا ہے۔

تمہاری اسیر

سیدزادی

قلم بند کر کے خط کو موڑا اور واپس اندر آ کر اُسے بند کر دیا، اُسی لکڑی کے بکسے میں۔ وہ چل کر بیڈ تک آئی، ہوا سے لہراتے پردے سرکا کر ایک طرف کیے اور بیڈ پر سیدھی لیٹ گئی۔ نجانے اب اُسے کب سونا تھا؟ سونا بھی تھا کہ نہیں۔۔۔

وہ پوری تیاری کے ساتھ اپنا موبائل پکڑتا اپنے کمرے سے نکلا جب اُسکی ماں نے اُسے آواز دے کر روکا۔

"برہان؟ کدھر کو چلے ہو؟"

کمرے سے نکلتے ہی کھلے لاؤنج میں بیٹھی اُس کی ماں حلیمہ فاروقی نے اپنے بیٹے کو گھور کر سوال کیا۔

"ماما! کام سے جا رہا ہوں، تھوڑی دیر تک آ جاؤں گا۔"

"تو ایسے کہو نا کہ کام کے لیے چھٹی کی ہے تم نے ڈیوٹی سے، میں یونہی سمجھ بیٹھی تھی کہ ماں کے ساتھ وقت گزارنے کا ارادہ ہے۔"

وہ مسکراتا ہوا اپنی ماں کے پاس جا بیٹھا۔

"ظاہر ہے آپ کے لیے ہی چھٹی کی ہے۔"

"پھر دفع کرو میرا بیٹا ان کاموں کو۔۔"

"اچھا سُنیں!! شاہ میر سے ملنے جارہا ہوں۔اُس کی برتھڈے ہے آج،اُسے واپسی پر گھر لے کر آؤں گا۔ لنچ آپکے ساتھ مل کر کریں گے۔آپ اُس کی مرضی کا کھانا ہی تیار کروا لیں۔"

"بدتمیز!! تو پہلے بتاتے نا، پیچھے ہٹو مجھے تیاری کرنے دو۔ میرا بیٹا آئے گا آج، میں قربان جاؤں۔۔۔"

وہ جلدی سے وہاں سے اُٹھ کر ایک طرف موجود باورچی خانے کو چل دیں جبکہ برہان فاروقی یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ وہ اُن کا سگا بیٹا تھا بھی یا نہیں۔ وہ ہمیشہ شاہ میر کا نام سن اُس کی تمام غلطیاں معاف کر دیتی تھیں،اُسے دیکھ اپنے بیٹے سے تمام ناراضگیاں بھول جاتیں تھیں۔ خیر،وہ مسکرا کر وہاں سے اُٹھ گیا۔اُسے جلدی جانا تھا،ضرور شاہ میر اُس کا منتظر ہو گا۔

پولیس کی نوکری کر لینے کے بعد وہ اور اُس کی ماں ہمیشہ اپنے گھر میں ہی رہے تھے،

پولیس ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے دیا گیا گھر وہ لوٹا چکا تھا۔اُن کے مطابق اس گھر میں اس کے باپ کی یادیں تھیں۔وہ اس دنیا میں نہ تھے تو کیا، وہ پھر بھی ان کے قریب رہنا چاہتا تھا۔۔۔۔وہاں، جہاں اُنہوں نے اپنی زندگی گزاری، اپنی آخری سانسیں لیں۔۔

وہ بہت چھوٹا سا گھر تھا، محض چھوٹا سا لاؤنج جس کے ایک حصے کو ڈرائنگ روم اور لاؤنج دونوں کے طور پر استعمال کیا جاتا اور ایک حصے میں ڈائننگ ٹیبل تھی جس کے سامنے چھوٹا مگر خوبصورت باورچی خانہ تھا۔ جبکہ دوسری جانب دو کمرے تھے۔گاؤں میں موجود چند ایک خوبصورت بنے پکے گھروں میں ایک گھر وہ بھی تھا۔اُنہیں دولت کی کمی نہ تھی، وجہ بس اُس گھر کے افراد کو ضرورت سے زیادہ چیزوں کی عادت نہ تھی۔

وہ جلدی سے گاڑی روکتا، نکل کر بھاگا بھاگا شاہ میر تک گیا جو سامنے ہی ایک میز کے گرد رکھی کرسیوں میں سے ایک پر ٹیک لگا کر بیٹھا تھا۔وہ اس وقت ڈھابے پر تھے، وہ دونوں ہمیشہ وہیں ملا کرتے تھے۔ برہان کے بیٹھتے ہی شاہ میر سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"ملاقات کا وقت ختم ہو چکا، چلتا ہوں۔"

اس سے پہلے کہ وہ اُٹھتا برہان بول پڑا۔

"منحوس بیٹھا رہ، ماما نے روک لیا تھا ورنہ میں تو وقت سے نکلنے والا تھا۔"

ساتھ ہی ڈھابے میں کام کرتے بچے کو اشارہ کر کے بلانے لگا تو شاہ میر نے روک دیا۔

"میں منگوا چکا ہوں۔۔ یہ تو آنٹی کو بیچ میں لے آیا ہے تو معاف کر رہا ہوں تجھے۔"

"جی جی، بالکل بالکل!"

یوں جواب دیا گیا جیسے کہ مذاق بنا رہا ہو۔

"تو تو اُس سین کے بعد بالکل ہی غائب ہو گیا، نہ میسج پر رابطہ اور نہ کال پر۔۔۔"

شاہ میر اچھے سے جانتا تھا کہ وہ شاہ ویر والے معاملے سے متعلق بات کر رہا تھا۔

"یہاں نہیں تھا میں، شہر گیا ہوا تھا۔"

کم عمر پٹھان بچہ جو ہمیشہ سے ہی وہاں ملازم تھا، اُن دونوں کو اچھے سے جانتا تھا، اُن کا مطلوبہ آرڈر جس میں چائے اور گرم گرم پراٹھے شامل تھے، اُن کے سامنے لا کر رکھے اور سلام کرتا واپس چلا گیا۔

"خیریت؟"

"آرز کو جانتا ہے نا تو؟"

ساتھ ہی چائے کا ایک کپ اپنے سامنے کھسکایا۔

"ہاں، تونے بتایا تھا۔"

"اُس کے بابا کا انتقال ہو گیا تھا تو اُدھر ہی تھا میں۔۔"

"اوہ!! افسوس ہوا مجھے۔۔۔ خیر یہاں کب کا آگیا ہے تو؟"

"ایک ہفتہ ہو گیا۔"

شاہ میر کے جواب پر وہ ایک مرتبہ پھر اُسے گھورنے لگا جبکہ شاہ میر سکون سے پراٹھے کے لقمے بناتا چائے میں ڈبو کر کھانے میں مصروف تھا۔

"تو مجھ سے ملنا آج یاد آیا ہے؟"

"نہیں، تونے یاد کیا تھا آج مجھے، بھول گیا؟"

"مطلب میں تجھے نہ بلاتا تو تو نہ آتا؟"

جواباً شاہ میر نے مسکراہٹ دبائے نہ میں سر ہلایا۔

"منحوس ایسے ہی نہیں کہتا میں تجھے، مر ہی جا۔"

اُس کے غصے پر شاہ میر سر پیچھے کو کرتا دل کھول کر ہنسا۔

"اچھا میری محبوبہ !!! کھا لے ٹھنڈا ہو جائے گا سب۔"

نتیجتاً وہ منہ پھلائے چائے کا کپ پکڑنے لگا تھا جب شاہ میر کی کلائی میں موجود گھڑی دیکھ اُس نے فوراً اُس کا بازو تھاما۔

"سُن تو آج سے پہلے بہت سی رسٹ واچز خریدی ہیں، میں مانتا ہوں تجھے عشق ہے اور آج تیری سالگرہ بھی ہے،ہیپی برتھ ڈے، واپس اپنی بات پر آتے ہیں لیکن میں نے تجھے کبھی اپنے معمول سے ہٹ کر کوئی دوسری گھڑی پہنے تو نہیں دیکھا؟ تو ہمیشہ ایک وہی گھڑی پہن کر گھومتا ہے جو تیرے بابا نے تجھے تحفے میں دی تھی۔"

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

شاہ میر مسکرایا تو برہان نے حیرانی سے اُسے دیکھا۔

"کسی لڑکی نے دی ہے؟"

شاہ میر نے محض ہاں میں سر ہلایا۔اُسے تنگ کرنے میں مزہ آنے والا تھا۔

"محبت کرتا ہے تو اُس سے؟"

کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد شاہ میر نے جواب دیا۔

"بہت۔۔۔۔"

"گرل فرینڈ۔۔۔؟"

"نعوذ باللہ!! بہن ہے میری، کمینے۔۔۔"

"لو! محبت ہے تو ایسے کہہ رہا جیسے کہ۔۔۔۔"

"کیوں بہنوں سے محبت نہیں ہوتی بھائیوں کو؟"

اب کے شاہ میر اُسے گھور کر دیکھ رہا تھا اور وہ چائے میں پراٹھے کو ڈبکیاں لگا لگا کر کھا رہا تھا۔

"تو بولنا تھا نا کہ مناہل نے دی ہے۔"

"مناہل نے نہیں دی۔۔۔"

چائے کا کپ واپس رکھتے وہ ایک مرتبہ پھر متوجہ ہوا۔

"کرن نے یا پھر منال نے؟"

"نہیں، ان دونوں نے بھی نہیں دی۔"

"تو پھر کونسی بہن پیدا ہو گئی تیری؟ جس کا مجھے نہیں پتا؟"

"حیام۔۔۔۔ شہر سے آئی ہے۔ چھوٹے چچا کی بیٹی ہے۔"

"حیرت ہے، کہ تجھے کل کی آئی کوئی لڑکی اپنی بہن سی عزیز ہو گئی۔مجھے تو معاملہ ابھی بھی کچھ معقول معلوم نہیں ہو رہا۔دیکھ لے، کچھ بتانا چاہے تو بتا سکتا ہے۔۔"

"ڈھنگ کی بات کرنا تو تجھے آتا ہی نہیں، نجانے کس نے تجھے پولیس کی وردی پہنائی ہے؟ سمجھداری کا کام ہے وہ۔"

اب شاہ میر اُسے سنا رہا تھا اور وہ آگ لگا کر سکون سے بیٹھا تھا۔

"سب ٹھنڈا ہو گیا ہے، گرم گرم منگوانا یار دوبارہ سے۔۔"

شاہ میر نے پلیٹ کو دیکھا جو وہ چٹ کر چکا تھا۔وہ کبھی نہیں سدھرنے والا تھا۔افسوس میں سر ہلاتا وہ دوبارہ آرڈر دینے لگا۔وہ دونوں ایسے ہی تھے،دیسی ٹام اینڈ جیری۔۔۔

آرزا اپنی ماں کے کمرے میں بیٹھا تھا۔ندا بیگم کے ہمراہ نائلہ بخاری بھی وہیں موجود تھیں۔

"چچی!! آپ سمجھائیں انہیں، میں نے بہت سوچ کر فیصلہ کیا ہے اور ابھی تو بہت وقت پڑا ہے سب کے جانے میں۔"

"اور میں بھی تمہیں بتا چکی ہوں کہ میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی۔میں یہیں

رہوں گی، تمہارے ساتھ۔"

"چچی۔۔۔۔؟"

"بھابھی!! وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔آپ کو آب و ہوا میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔"

"نائلہ!! مجھے کسی بھی بدلاؤ کی ضرورت نہیں، یہاں میری اور حسن کی یادیں ہیں۔
میں نہیں جاؤں گی۔۔"

"امی!! میں یہ گھر بند تو نہیں کر رہا ہوں، یہ بالکل ایسا ہی رہے گا۔بس آپ تھوڑا بہتر ہو جائیں گی تو آ کر لے جاؤں گا آپ لوگوں کو۔۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کیوں فکر کرتیں ہیں آپ؟ ہم سب ساتھ چلیں گے اور ساتھ واپس آئیں گے۔
میری بڑی قیمتی چیز ہے وہاں، مجھے وہ بھی واپس لانی ہے۔"

وہ ماں بیٹا سمجھ گئے تھے کہ وہ اپنی بیٹی کی بات کر رہی تھیں۔

"ہاں، وہ صرف کسی ایک کا نہیں، پورے کے پورے بخاری ہاؤس کا خزانہ ہے۔اُسے کیسے بھول جائیں گے ہم؟ میں چلی جاؤں گی لیکن تم اکیلے نہیں رہو گے۔"

"اُف امی!! بات پھر گھوم پھر کر وہیں آ رہی ہے، آپ فکر نہ کریں میری، بس آپ

ابھی سے جانے کی تیاری کر لیں۔"

وہ چلا گیا تھا۔وہ جانا نہیں چاہتیں تھیں لیکن جانا اُن کی مجبوری تھا۔

❤ جاری ہے ❤

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین